بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

ان دنوں علمی اور دینی حلقوں میں بلاتکبیر و تسمیہ مشینی ذبیحہ کے بارہ میں ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ کا فتویٰ زیرِ بحث ہے۔ سود اور قمار کے جواز، حمر و میسر کی حلت برتھ کنٹرول کو مستحسن اور زکوٰۃ کو ٹیکس اور نصوصِ شریعت کی بجائے صرف علل کو ابدی قرار دینے کے بعد اب "جھٹکے" کی حلت اور متروک التسمیہ ذبیحہ کی اباحت کا مسئلہ ماشاءاللہ۔ مگر سوال صرف کسی ایک حرام کو حلال ٹھہرانے کا ہوتا تو بحث و تحقیق کے ذریعہ اس کا احتساب کیا جاتا۔ اب تو یہ معمول بن چکا ہے۔ کہ ہفتہ عشرہ میں اس ٹکسال سے ضرور کوئی ایسا فتویٰ برآمد ہوتا رہے ——— جس سے پاکستان کی پرسکون فضاء نتشار و افتراق کا شکار ہو۔ اور بالآخر پاکستان کی غیور و متصلب اکثریت کے دینی احساسات ن لادینی "جھٹکوں" کے سامنے مجبور و بے بس اور نیم مردہ ہوکر رہ جائیں ——— جب سوال پورے ین کا "مثلہ" بنانے اور تمام محظورات شرعیہ کو حلال ٹھہرانے کا ہو تو پھر ادارۂ تحقیقات کو کسی سئلہ میں ائمہ دین اور فقہاء کے باہمی اختلاف یا قریبی دور کے کسی معاصر، غیر معاصر محقق عالم کی ئے کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے۔؟ جسطرح جی چاہے فتویٰ داغ سکتی ہے۔ کون ہے کے آڑے آئے۔؟ رہے علماء حق اور دین و شریعت سے باخبر لوگ، تو ان کا مصرف یہ کہ کسی ڈیری فارم کا انتظام سنبھال لیں، یا کوئی مرغی خانہ کھولیں، یا شہد کی مکھیاں پال کر [illegible] پیٹ پالنے کی فکر کریں۔ تاکہ قوم کا کروڑوں روپیہ بچایا جاسکے۔ فتویٰ، دینی تعلیم و تربیت کی تمیز کرانے کا کام اب ادارۂ عالیہ کے سپرد ہے۔ پھر علماء کو کیا حق ہے۔ کہ بقول افسر کے "ادارۂ تحقیقات کے ڈائرکٹر کو یتیم" سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ جائیں سے قربانی کا بکرا بنالیں۔" آہ! یہ دین بے چارہ کتنا مظلوم اور یتیم ہے کھلی چھوٹ ہو ——— اس غریب الدیار کو جھٹکا کرنے کی مہم تو ہو۔ مگر زبان پر دینی مسئولیت کی بناء پر کسی کا حرفِ شکایت ب رہا نفس مسئلہ تو ظاہر ہے کہ قرآن و سنت کی رو سے اس قسم کا ذبیحہ حرام ہے۔

ان بینہ الاعار

دار العلوم کے طلبہ دیوبندی